AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 4, Issue 2, December 2020, PP: 47-60
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

اصول فقہ میں فقہاء و متکلمین کا منہج اور اس کی عصری معنویت

The Methodology of the Jurists and Theologians in the Principles of Jurisprudence and its Current Ideality

Muhammad Asif, Hafiz Muhammad Siddique*
Doctoral Candidate, Associate Lecturer
Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

ARTICLE INFO

Article History:
Received 21May 2020
Revised 25 July 2020
Accepted 30 July 2020
Online 30 Dec *2020*

DOI:

Keywords:
Principles, jurisprudence, Jurists, Theologians, Methods of composition, Current Ideality.

ABSTRACT

The Muslims, throughout the history, remained distinctive with two basic sciences in documenting and theoretical creativity, which are the science of the terms and the origins of the hadith, and the science of the principles of Islamic jurisprudence. The first belongs to screen the hadith via the critics of narrators or content and identify the correct, good, weak, and fabricated from the Ahādīth of Prophet (Peace be upon him). The second is to setup the curricula of deduction and diligence to lead the legal ruling of Islamic Shariah in correct way. The science of Principles of Islamic Jurisprudence is connected to Prophet (Peace be upon him)'s time, the rules were transmitted to the subordinates of Prophet (Peace be upon him)'s companions and composed in later stage. These principles reflect different methodology of theology and juristprudence. Hence the purpose of this study is to clarify the methodology of the relevant books so that the correct understanding of the principles of jurisprudence is possible for the students, at the same it will be easy to understand why some principles were accepted in one school of thought and the same were rejected among others.

*Corresponding author's email: hm.siddique@iub.edu.pk

CC BY

تمہید:

مسلمان دو بنیادی علوم کی توثیق اور فکری ایجاد میں منفرد و ممتاز ہیں: 1۔ حدیث کی اصطلاح و اصول کا علم 2۔ اصول فقہ۔ پہلا علم مروی حدیث کی چھان بین اور حدیث نبوی، صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع کی معرفت کے لئے ہے۔ چاہے وہ متن کے طریق سے ہو یا منقول سند اور راوی کی جانب سے روایت کی گئی اور نبی ﷺ کی جانب منسوب کی گئی حدیث کی طریق سے ہو۔ اور دوسرا علم مسائل کے استخراج اور اجتہاد کے منہج کو محفوظ کرنے اور حکم شرعی کی درست طریقہ سے معرفت کے لئے ہے۔ درحقیقت اُصولِ فقہ ان بنیادوں کا نام ہے جن پر فقہی احکام کی تخریج ہوئی ہے۔ تو اس تعریف سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ اُصولِ فقہ کی تاریخ فقہ سے مقدم ہے، جس دور سے فقہ کی تاریخ بتائی جائے گی اس سے کچھ پہلے یا کم از کم اس کے ساتھ ہی اُصولِ فقہ کا آغاز بھی ماننا اور بتانا پڑے گا۔ فقہ کا وجود اُصولِ فقہ کے وجود کو مستلزم ہے۔ چنانچہ فقہ اسلامی کی تاریخی تشکیل سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کا وجود اور آغاز خود صاحبِ شریعت ﷺ کے دور سے چلا آرہا ہے۔ ہاں البتہ علم اصول فقہ ائمہ مذاہب کے دور میں مدون ہوا اور اس میں مختلف فیہ مصادر کے نام ظاہر ہوئے۔ واقع میں ان کے مضمون متفق تھے جیسے قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، قول صحابی اور ہم سے پہلے کی شریعت اور سد ذرائع اور اہل مدینہ کا عمل وغیرہ۔ اور ان میں دو مدرسے ظاہر ہوئے حجاز میں اہل حدیث کا مدرسہ، عراق میں اہل رائے کا مدرسہ۔ دونوں مدرسوں کے لوگوں کا صحیح حدیث اور رائے پر عمل کرنے پر اتفاق تھا مگر یہ کہ اہل حجاز پر کے اجتہاد پر حدیث کا غلبہ تھا اور اہل عراق پر نص کے نہ ہونے کے وقت عمل بالرائے کا غلبہ تھا کیوں کہ عراق کی وادی میں ثقہ رواۃ کی کثرت نہ ہونا رائے کی طرف جانے کا واضح سبب ہے۔ اہل مدینہ کے حدیث کی طرف مقدم ہونے اور بغداد اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں عباسی خلافت کے استقرار کی وجہ سے اہل رائے کی فقہ کی خوشحالی کی طرف لے جاتی ہے۔

انتخاب موضوع کا پسِ منظر اور افادیت:

علم اصول فقہ نظری اعتقادی علم ہے جو کہ اجتہاد کے اصولوں کو ضبط میں لاتا ہے اور مجتہدین کے لیے راستہ روشن کرتا ہے۔ اسی طرح وہ عالم اور فقیہ کے لیے شرعی احکام کے اصولوں کو ضبط میں لاتا ہے۔ اور شرعی احکام کے استنباط کے طرق کو واضح کرتا ہے اور ان کی طرف پہنچنے کی بنیاد کو واضح کرتا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے المحصول میں لکھا ہے مجتہد کے لئے سب سے اہم علم علم اصول فقہ ہے۔[1] جبکہ امام غزالی نے اپنی تالیف المستصفی میں فرمایا اصول فقہ کا مقصد مجتہد کے لئے اجتہاد کے طرق کو آسان کرنا ہے مزید یہ کہ شریعت کے راز کو سمجھنا، اس کے فیصلے اور اس کے مقاصد کا احکام کے لیے انحصار اصولیوں کی وضاحت پر ہے۔[2] مکلف عادتاً تکلیف کو برداشت کرنے اور امور دینیہ کو بجالانے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور ان رازوں کو سمجھنے تک خود کو آرام نہیں کرتا ہے اسی وجہ سے علمائے اصول نے کہا اصول فقہ کا فائدہ اللہ تعالی کے احکام کی معرفت ہے اور یہی دین و دنیا کی کامیابی کا سبب ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مشہور مقدمہ میں کہا ہے کہ جان لو اصول فقہ دین میں نئے پیدا ہونے والے فنون میں سے ہے اور سلف اس سے مستغنی تھے کیونکہ وہ شخص جس کے پاس لسانی ملکہ ہو الفاظ سے معنی کے استفادہ میں محتاج نہیں ہوتا۔ اور بہر حال وہ قوانین جو احکام سے استفادہ کے لئے محتاج ہوتے ہیں تو ان کو علماء نے بڑی کتابوں سے لے لیا۔ اور سلف قرب زمانہ اور نقل کرنے والے سے ملاقات کی وجہ سے اسناد کو دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی[3]۔ علمِ اصول الفقہ کی ضرورت وافادیت حسب ذیل:

- علمِ اصولِ فقہ کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے شریعت کے عملی احکام تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

- نیز اسی علم کے ذریعے شرعی احکام کے استنباط کے لیے ادلہ تفصیلیہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔
- استخراجِ احکام کی کیفیت اور ادلہ سے اخذ احکام کی کیفیت بھی اسی علم کی بدولت معلوم ہو سکتی ہے۔
- اصول فقہ کی معرفت سے مقاصدِ شریعت واضح ہو کر سامنے آتے ہیں، جو شریعت کے کمال اور ہر زمان و مکاں کے لیے اس کی موزونیت پر مہر ثبت کرتے ہیں۔
- مجتہد کو کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کو سمجھنے میں جس علم کی سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے، وہ علم اصول الفقہ ہی ہے۔
- اسی علم کی مدد سے علماء و فقہاء کے نہ صرف فقہی منہج و اسلوب کا علم حاصل ہوتا ہے بلکہ اجتہاد میں ان کے مسالک اور احکام میں ان کے مآخذ کا بھی پتا چلتا ہے۔
- نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے فقہاء و مجتہدین کے احکام و فتاویٰ خواہشِ نفسانی اور من مانی آراء پر مشتمل نہیں تھے بلکہ کتاب و سنت سے ماخوذ کسی اصول پر مبنی تھے۔
- مزید برآں اس علم کی مدد سے علماء، فقہاء اور مجتہدین کے باہمی اختلاف کے اسباب سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔
- فقہ کے اصولوں کا علم آئمہ کے قواعد سے تخریج و استنتاج کو استعمال کی استعداد بہم پہنچاتا ہے، جس سے ہر عصر کے مجتہدین ان امور و مسائل کے احکام جاننے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جن میں آئمہ سے بھی کوئی صریح نص موجود نہیں ہوتی۔
- اصول فقہ مقلد یا مفتی کو بھی فائدہ دیتا ہے۔ وہ علم اصول سے حکم کی ادلہ کی معرفت کا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور کسی بھی مسئلہ میں مختلف مذاہب کی آراء کے درمیان موازنہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور دلیل کے ذریعے ترجیح کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

موجودہ زمانے میں مسائل کئی گنا بڑھ چکے ہیں، لین دین کی تجدید ہوئی ہے اور سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی کے طریقوں نے مختلف نوعیت اختیار کر لی ہے، اس کے ساتھ ہی علم اصول کی اشد ضرورت ہو گئی ہے تاکہ مستجدات کے حکم کو واضح بیان کیا جا سکے، جس سے تہذیب و ترقی کی رفتار آگے بڑھتی رہے۔ جیسا کہ ہم اصولی قواعد کی مدد سے ہر قانون یا شرعی عربی مکتوب سمجھ سکتے ہیں اور ہم متعارض مسائل میں تنازعہ حل کر سکتے ہیں جو بظاہر تو ملتے جلتے (تشابہ) ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں مختلف ہوتے ہیں۔ کیونکہ استنباط کے قوائد اور مکرر الفاظ کی دلالت کا مفہوم ہم عربی لغت کی خصوصیات سے اخذ کر سکتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعے مسلمات عقلیہ اور فطرت کے اصولوں کی پہچان ہوتی ہے۔

فقیہ اور اصولی کی ابحاث میں امتیاز:

فقہ اور اصول الفقہ کے الگ الگ میدان ہیں جبکہ ایک طرح کی ملتی جلتی اصطلاحات دونوں میں استعمال ہوتی ہیں جبکہ مقصود منفرد ہوتا ہے، اس لیے ان کی ابحاث میں مماثلت و امتیاز کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ فقہ احکام شرعیہ کے مجموعہ کا نام ہے جن کو ادلہ تفصیلیہ سے حاصل کیا گیا ہو[4]۔ جبکہ فقیہ[5] وہ ہے جو نماز کے وجوب کے حکم کو اللہ کے اس فرمان سے نکالتا ہے ﴿ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾[6] اور اللہ کے اس فرمان سے زنا کی حرمت کے حکم کو ثابت کرتا ہے ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ﴾[7] اسی طرح وہ عبادات، معاملات، عقود، جنایات، معاہدات، جنگ و سلامتی کی جگہوں اور ان کے آثار کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مکلفین کے افعال جو فقہ کا موضوع ہیں ان کے متعلق اس اعتبار سے بحث کرتا ہے کہ ان سے کون سا شرعی حکم ثابت ہوتا ہے۔ اور شرعی حکم اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جو اقتضاء کے ساتھ یا تخییر کے ساتھ یا وضع کے ساتھ مکلفین کے افعال

کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔[8] تو اللہ تعالی کا یہ فرمان﴿ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾[9]حکم شرعی ہے اور نماز کی فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ کا یہ فرمان﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[10] یہ حکم شرعی قتل کی حرمت پر دلالت کرتا ہے۔اللہ کا یہ فرمان﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾[11] یہ حکم شرعی حج کے موسم میں تجارت کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔اللہ کا یہ فرمان﴿ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾[12] یہ وہ حکم شرعی ہے جو سورج کے ڈھلنے یا زوال کو نماز ظہر کے واجب ہونے کے لیے علامت یا سبب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ قواعد جن میں ادلہ تفصیلیہ سے بحث کرنا احکام کے استخراج کی طرف پہنچادیں علم اصول فقہ کہلاتا ہے[13]۔اس سے معلوم ہوا کہ اصولی جزوی دلائل اور ان کی دلالت کے متعلق بحث نہیں کرتا جیسے بیع کی اباحت اور ربا کی حرمت پر اللہ کے اس فرمان سے استدلال کرنا ﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[14] اور اللہ کے اس فرمان سے روزے کی فرضیت پر استدلال کرنا﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾[15] بے شک اصولی دلائل کلیہ اور انکی دلالتوں کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ جیسے کتاب اللہ، سنت، ایسے ادلہ ہیں جن سے دلیل پکڑی جاتی ہے۔اور نص ظاہر پر مقدم ہوتی ہے، خبر متواتر خبر واحد پر مقدم ہوتی ہے، مطلق مقید پر محمول ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جس کا شارع نے حکم دیا وہ واجب ہے اور اسکے علاوہ دوسرے بھی قواعد کے بارے میں بحث کرتا ہے۔اور ادلہ تفصیلیہ یہ جزئی ادلہ ہیں اور وہ یہ ہیں جو مخصوص مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک معین حکم پر دلالت کرتا ہے جیسے اللہ کا فرمان ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾[16] اور اللہ کا فرمان﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا﴾[17] ان میں سے پہلی آیت ایک معین حکم کہ مرد کا اپنی ماں یا بیٹی اور ان کے علاوہ محارم سے نکاح حرام ہے اور دوسری زنا کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔اور ادلہ کلیہ یہ مخصوص مسئلہ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہی معین حکم پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے احکام شرعیہ کے چار مصادر کتاب سنت اجماع اور قیاس اور جو اس کے متعلق ہیں جیسے امر وجوب کے لئے آتا ہے اور نہی حرمت کے لئے لیے یہ وہ ہیں جن سے اصولی بحث کرتا ہے اور ادلہ تفصیلیہ سے فقیہ گفتگو کرتا ہے۔

اصول فقہ کی تاریخی بنیادیں اور آغاز وارتقاء:

آغاز اسلام میں جب فقہائے اسلام فقہ اور اس کے قوانین اور ضوابط کو مرتب کر رہے تھے تو اس وقت جب کوئی مسئلہ درپیش آتا تھا تو اس کو تحریر کر لیا جاتا تھا اور ہر صحابی کے پاس اس کے سوالات اور جوابات کا سلسلہ موجود تھا جو ان کے شاگردوں کے توسط سے آگے منتقل ہوا۔اس اعتبار سے حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کے پاس اپنے اجتہادات جمع ہوتے گئے اور ان کے شاگردوں یعنی تابعین کرام ان کو مرتب کرتے گئے اور آگے آنے والے ادوار میں کتابی شکل میں اسے ترتیب دینے میں اس ابتدائی ذخیرہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

1) **عہد رسالت:** اصول فقہ کے علم کا انحصار بنیادی طور پر علم فقہ ہی پر ہے اس لیے اصول فقہ کا ارتقاء، فقہ کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ہی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کی وحی کی بنیاد پر دینی احکام جاری فرماتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وحی سے کوئی حکم نہ ملنے کی صورت میں آپ ﷺ اجتہاد فرماتے۔ بعد میں اللہ تعالی کی جانب سے بذریعہ وحی اس اجتہاد کی توثیق کر دی جاتی یا اگر کسی تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آتی تو اس بارے میں آپ کو وحی کے ذریعے رہنمائی فراہم کر دی جاتی۔ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب میں بہت سے ایسے تھے جو

آپ کی حیات طیبہ ہی میں فتوی[18] دینا شروع کر چکے تھے۔ ان صحابہ میں سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عائشہ، عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہم کے فتاوی مشہور ہیں۔

2) **عہد کبار صحابہ کرام:** خلافت راشدہ کے دور میں بھی یہی طریق کار جاری رہا۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کسی معاملے میں قرآن وسنت سے واضح رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں اہل علم صحابہ کو جمع کر کے ان کی رائے لیتے اور ان کے اجماع کی بنیاد پر فیصلہ کر دیتے۔ اگر صحابہ کے اہل علم میں کسی معاملے میں اتفاق رائے نہ ہو پاتا تو پھر آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دیتے[19] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا گیا۔ فقہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خاص میدان تھا۔ حکومت سے ہٹ کر انفرادی طور پر بھی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ انہیں فقہی اور قانونی معاملات میں فتاوی جاری کیا کرتے تھے۔ اس دور پر تبصرہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں: فرای کل صحابی ما ی سرہ اللہ من عبادتہ و فتاواہ و اق ضیتہ، فحفظا و عقلا و عرف لکل شیء وجھا من قبل حفوف القرائن...و عرف العلة التی ادار ر سول اللہ ﷺ علیھا الحکم فی منصو صاتہ، فطرد الحکم حیثما و جدھا لا یالو جھدا فی موافقة غر ضہ علیہ الصلوة والسلام۔ [20] حضور ﷺ کا مبارک دور گزر گیا اور صحابہ کرام مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ ان میں سے ہر صحابی اپنے شہر کے لوگوں کے لئے راہنما کی حیثیت اختیار کر گیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے واضح احکام کی علتوں کو جاننے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جہاں انہیں وہی علت نظر آتی، وہ حضور ﷺ کے مقصد کے مطابق اس پر حکم لگا دیتے تھے۔

3) **صغار صحابہ کرام کا دور:** کبار صحابہؓ کے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے ان کے تربیت یافتہ صحابہ اور تابعین کی بڑی جماعت تیار ہو چکی تھی۔ یہ ان صحابہ کا دور تھا جو عہد رسالت میں ابھی کم عمر تھے۔ ان صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک خصوصی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی صحابہ جیسے سیدنا عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ اس دور میں بھی اہل علم کے ہاں قرآن اور حدیث میں غور و فکر کا سلسلہ جاری رہا۔ احادیث کی نشر واشاعت کا کام تیز ہوا۔ سیاسی اور مذہبی مسائل کے باعث احادیث وضع کرنے کا سلسلہ شروع ہوا جس کی وجہ سے علم جرح وتعدیل کی بنیاد پڑی۔

4) **تابعین کا دور:** پہلی صدی ہجری کے آخری عشرے تک تقریبا صحابہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور اب تابعین کا دور تھا۔ اس دور میں صحابہ کے تربیت یافتہ افراد کثرت سے موجود تھے۔ ان میں عکرمہ مولی ابن عباس، نافع مولی ابن عمر، مکہ کے عطاء بن رباح، مدینہ کے سعید بن مسیب اور عمر بن عبدالعزیز، یمامہ کے یحیی بن کثیر، کوفہ کے ابراہیم النخعی، یمن کے طاؤس بن کیسان، بصرہ کے حسن بصری اور ابن سیرین، خراسان کے عطاء الخراسانی کے نام زیادہ مشہور ہیں۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: فاختلفت مذاھب اصحاب النبی ﷺ و اخذ عنھم التابعون کذلک، کل واحد ما تیسر لہ، فحفظ ما سمع من حدیث ر سول ﷺ و مذاھب الصحابہ و عقلھا، و جمع المختلف علی ما تیسر لہ، و رجح بعض الاقوال علی بعض-----فعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین مذھب علی حیالہ فانتصب فی کل بلد امام۔ [21] تابعین نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے ریکارڈ کو محفوظ کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہر شاگرد نے اپنے استاذ صحابی کے عدالتی فیصلوں اور فقہی آراء کو محفوظ کرنے کا اہتمام بھی کیا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز

نے اپنے دور حکومت میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں اور احادیث کو محفوظ کرنے کا سرکاری حکم جاری کیا اور فتوی دینے کا اختیار اہل علم تک ہی محدود کیا۔ آپ ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم الانصاری کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بھی آپ کو ملے، اسے لکھ کر مجھے بھیج دیجیے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اہل علم کے رخصت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ علم بھی ضائع نہ ہو جائے۔[22]

5) **تبع تابعین کا دور:** تابعین کا دور کم و بیش 150 ہجری کے آس پاس ختم ہوا۔ اپنے دور میں تابعین کے اہل علم اگلی نسل میں کثیر تعداد میں عالم تیار کر چکے تھے۔ یہ حضرات تبع تابعین کہلاتے ہیں۔ یہ دور فقہ کے مشہور ائمہ کا دور تھا۔ مملکت اسلامی اب بلوچستان سے لے کر مراکش تک پھیل چکی تھی۔ اس وقت دنیا کی قانونی تاریخ میں یہ پیش رفت ہوئی کہ مختلف شہروں میں اہل علم نے قرآن و سنت اور صحابہ و تابعین کی فقہی آراء اور قانونی فیصلوں کی بنیاد پر پرائیویٹ قانون ساز مجالس بنانا شروع کر دیں۔ اہل مدینہ میں امام مالک (179ھ) کا مکتب فکر وجود پذیر ہوا۔ جو کہ کئی جلیل القدر صحابہ و تابعین تربیت یافتہ تھے اور اپنے اساتذہ کے اجتہادات کی بنیاد پر قانون سازی کا عمل شروع کیا۔ کوفہ میں امام ابو حنیفہ کا مکتب فکر وجود میں آچکا تھا۔ آپ ابراہیم نخعی کے شاگرد حماد اور جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ ان کے فیصلوں کو ان کے شاگردوں بالخصوص ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی نے مدون کیا۔

ان اہل علم میں دین کے بنیادی ماخذوں سے متعلق کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ سب کے سب ہی قرآن اور سنت کو دین کا بنیادی ماخذ مانتے تھے۔ بنیادی ماخذوں کے علاوہ ثانوی مآخذ کے بارے میں ان حضرات میں کچھ اختلاف رائے تھا۔ جیسا کہ امام مالک اہل مدینہ کے عمل کو بہت اہمیت دیتے تھے اور امام ابو حنیفہ استحسان اور عرف و عادت کو اہمیت دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بعد کے ادوار میں جب کتب اصول فقہ باقاعدہ تحریر ہونے لگیں تو ان میں متنوع مناہج و اسلوب سامنے آتے چلے گئے۔[23]

تدوین اصول فقہ کے مناہج:

اصول فقہ کے علماء نے احکام شرعیہ کے حقائق اور ان کے تصورات سے مدد حاصل کی نہ کہ جزئیات سے۔ علم کلام کا لزوم قرآن و حدیث سے ہے یہ اس سے پیدا ہوتا ہے کہ اس کو لازم کس نے کیا؟ وہ اللہ ہے اور وہی شریعت کا مصدر ہے اور احکام کی تبلیغ اور شریعت کے لیے رسولوں پر وحی اتارنے والا ہے اور معجزات سے رسولوں کی تائید کی جو ان کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں ان عقائد کی بحث علم کلام میں ہوتی ہے۔ اسی طرح اصولیوں نے قواعد کے استنباط میں لغت عربیہ سے مدد حاصل کی جو کہ قرآن اور سنت سے حاصل ہوئی۔ اور لغت سے ہم شریعت کے مقاصد میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اسی کے ذریعے مجتہد حقیقت، مجاز اور صریح، کنایہ، عموم، خصوص، مشترک، مطلق، مقید، منطوق و مفہوم کی معرفت پر قادر ہوتا ہے اور یہ تمام لغت کی بحثیں ہیں۔

علم اصول فقہ کی ابتداء خلفائے راشدین کے عہد میں ہوئی اور دیگر صحابہ کرام پیدا ہونے والے مسائل میں فتوی طلب کرتے تھے۔ اصولیوں میں سے مجتہد حکم شرعی کے متعلق قرآن کے نصوص اور اس کے ظواہر سے بحث کرتا ہے پھر حدیث نبوی اور اس کے مفہوم سے بحث کرتا ہے پھر وہ شرعی روح اور اس کے مقاصد اور اس کے اشارات کے ساتھ قیاس کی طرف یا اجتہاد بالرائے کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ تمام عمل کرتا ہے اللہ کے اس فرمان پر ﴿ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾[24] اور قیاس کی مشروعیت پر حدیث نبوی جو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے دلالت کرتی ہے، ان میں سے حدیث معاذ بن جبل ہے جن کو نبی پاک نے قاضی اور معلم بنا کر بھیجا تھا حضور نے ان سے پوچھا تھا کہ اگر تمہیں کوئی قضاء کا

مسئلہ در پیش ہو تو کیا کرو گے ؟ تو انہوں نے عرض کی کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا! اگر تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت سے۔ آپ نے فرمایا! سنت میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی اجتہاد کروں گا اور کوئی کمی نہ کروں گا تو حضور نے معاذ بن جبل کے سینہ پر تھپکی دی اور فرمایا تعریف ہے اس اللہ کی جس نے رسول اللہ کے قاصد کو موافق کر دیا اس کے جس سے رسول اللہ راضی ہیں[25]۔ تو یہ حدیث حضور کے اقرار پر دلالت کرتی ہے کہ رائے پر عمل کرنا صحیح ہے۔

علم اصول فقہ کے مدون ہونے کی ابتدا امام عبدالرحمن مہدی کے مطالبے پر امام شافعی کے ہاتھ پر ہوئی جنہوں نے آپ کی تالیف 'الرسالہ' کو بہت پسند کیا اس میں امام شافعی نے شریعت کے مصادر کی بحث کی، قرآن میں بیان کی انواع کو واضح کیا، سنت کی حجیت کو واضح کیا اور قرآن میں اس کی منزلت کو واضح کیا اس کی وجہ سے آپ کو ناصر الحدیث اور امام الحدیث کا لقب دیا گیا۔ آپ نے ناسخ و منسوخ اور احادیث کی علتوں کو واضح کیا اور خبر واحد کی حجتوں کو واضح کیا، پھر اجماع قیاس اور استحسان پر کلام کیا اور اس بات کو واضح کیا کہ کہاں اختلاف جائز ہے اور کہاں اختلاف جائز نہیں۔ اختلاف کے اصولوں کو تحریر فرمایا، استنباط کے قواعد کو وضع کیا اور ان کے بعد آنے والے علماء کے لیے اس علم کے مباحث اور اس کے فوائد اور اس کے منہج کی تحصیل کے لیے راستہ روشن کیا۔

امام شافعی نے جن قواعد اپنی کتاب میں جمع فرمایا ہے یہ صحابہ و تابعین کے اجتہادات میں بھی موجود تھے۔ اور ان کے اجتہادات کے واقعات میں فرعی اصول کے قواعد ظاہر ہوئے جن کو متعارض دلائل کے درمیان ترجیح کی بنیادی اساس مانا جاتا ہے۔ جیسے حضرت علی نے سکران کی حد کو قذف پر قیاس کیا، اور اسی طرح حضرت مسعود نے فتوی دیا کہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے کیوں کہ سورۃ طلاق جس میں حاملہ عورتوں کی عدت کو بیان کیا گیا ہے یہ سورۃ بقرہ کے بعد نازل ہوئی، اس میں عدت وفات ہے۔ متاخر نص مقدم نص کو منسوخ یا خاص کر دیتی ہے اور اسی طرح متواتر، آحاد، خاص، عام اور تحریم، اباحت پر مقدم ہوتی ہے۔ اور عام کی تخصیص خاص کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور مطلق کا مقید پر عمل ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمَ[26] ﴾ دوسری آیت ﴿ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَ مَسْفُوحًا ﴾[27] پہلی آیت میں لفظ دم مطلق ہے اور وہ دوسری آیت میں مقید پر محمول ہے تو حرام بہنے والا خون ہے۔ اسی طرح امام شافعی سے پہلے کہ علماء جیسے امام اعظم اور امام مالک بھی دلائل سے احکام شرعیہ کے استخراج میں قواعد و اصول پر اعتماد کرتے تھے۔ یہی اصول و قواعد مسلسل چلتے رہے جو کہ ان میں ایک دوسرے سے جدا تھے جس سے ہر مذہب دوسرے سے جدا ہو جاتا تھا۔ اور ان ائمہ سے منقول اجتہادات میں ان اصول کے آثار واضح تھے جن کو بعد میں آنے والے شاگردوں نے الگ الگ کتابوں میں واضح کر دیا۔ امام شافعی کے بعد علماء علم اصول فقہ کی تدوین اور توضیح میں لگ گئے ان میں سب سے نمایاں امام احمد بن حنبل ہیں جنہوں نے کتاب طاعة الرسول، الناسخ و المنسوخ اور العلل لکھی۔ اور علماء حنفیہ اور علماء علم الکلام نے اس علم کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ تاکہ ادلہ تفصیلیہ سے احکام شرعیہ عملیہ کے استنباط کے قواعد کو حاصل کیا جا سکے۔ علمائے اصول نے ائمہ مذاہب کے بعد اصول فقہ میں اور اس کی تحقیق کے طریقہ کار میں دو مناہج پر عمدہ کتابیں مرتب کی ہیں۔ وہ دو مدرسے متکلمین یا شافعیہ اور فقہاء یا احناف کے ہیں۔ دونوں طریقوں کے درمیان اختلاف کا مرکز تقریر کی کیفیت ہے۔

متکلمین یا شوافع کا منہج:

اس مذہب کے لوگوں نے اصول کے قواعد کو جو کہ ادلہ لفظیہ، نقلیہ، لغویہ، کلامیہ اور عقلیہ سے ماخوذ ہیں ان اصولوں کو صحیح معنی فقہی فروع کی طرف نظر کیے بغیر ہی مقرر کیا کیوں کہ اصول فروع سے پہلے ہوتے ہیں اور یہ منطقی رجحان ہے اور اصولی قواعد جو فقط ادلہ سے حاصل شدہ ہیں کو لکھنے کا زبان محفوظ طریقہ ہے۔ مذہبی تعصب معین استخراج کے بغیر تاکہ یہ میزان ثابت ہو استنباط کے ضبط کے لئے اور معیار ہو استدلال کی سلامتی کیلئے اور بنیاد ہو آزاد اتحاد کے لئے، اس وقت اصول حاکم ہوں گے فروع پر بغیر اس کے کہ وہ حاکم ہوں فقہی فروع کے لئے یا توجیہ و نظر کے لیے یا ایسی قید ہوں جس سے نکلنا مشکل ہو۔ اور اس مدرسہ والوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا اور انہوں نے فقہی فروع کو صرف مثال بیان کرنے یا وضاحت بیان کرنے کے لیے لیا ہے۔ امام شافعی اس مدرسہ کے امام ہیں جنہوں نے اپنی فقہ سے پہلے اپنے اصول وضع کیے اس لیے اس منہج کا نام امام شافعی کے نام کے ساتھ رکھا گیا اور انہیں کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی ہے اور متکلمین کا بھی یہی طریقہ ہے کیونکہ اکثر علمائے کلام نے اس بارے میں کتابیں لکھی ہے اور ان اصول کے فقد عقلی منہج کے ممتاز ہونے کی وجہ سے اور علمائے متکلمین کے بغیر تقلید کے ان کو لینے کی وجہ سے اکثر مصنفین نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ اسی طرح اکثر اہل سنت مذاہب نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا اور سوائے احناف اور بعض دوسرے مذاہب کے تقریباً تمام اہل سنت مذاہب اسی گروہ میں شامل ہو گئے۔ اس منہج کی تین اجمالی خصوصیات ہیں:

1. محض عقلی استدلال پر اعتماد کرنا،
2. معین فقہی مذاہب کا تعصب نہ ہونا،
3. صرف وضاحت اور مثال کے لئے فقہی فروع پر اقتصار کرنا۔

اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ خصوصیات ہر دور میں محققین کے لئے پر کشش ہیں، خاص کر موجودہ زمانے میں عقل کو جو ترجیح حاصل ہے اسی وجہ سے اس مدرسہ کا یہ طریقہ علم اصول کے پھیلنے کا بھی سبب ہے۔ امام الحرمین ابو محمد الجوینی نے کہا کہ ہم اصول کے مسالک میں فقہی مسائل کی طرف توجہ نہیں کرتے اور فرع کو اصل پر درست کہا جاتا ہے نہ کہ فرع پر۔ اس طریقہ پر بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں جن کے پھیلانے کا سہرا قاضی ابو بکر باقلانی کو جاتا ہے اگرچہ ان کی کتب تک بعد کے علماء کی رسائی نہیں ہو سکی مگر کتابوں میں ان کی آراء کے منقول ہونے کی وجہ سے علماء نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس منہج پر مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

- العمدة قاضی عبدالجبار ہمدانی المعتزلی کی تالیف ہے۔
- المعتمد ابوالحسن بصری معتزلی نے تحریر کی تھی۔
- البرهان امام الحرمین عبداللہ الجوینی نیشاپوری کی متکلمین کے منہج پر لکھی گئی اصول الفقہ کی کتاب ہے۔
- المستصفى ابوحامد امام محمد الغزالی نے منہج شوافع کے تتبع میں تحریر فرمائی۔
- المحصول فخر الدین محمد رازی کی تحریر ہے۔
- الأحكام في أصول الأحكام سیف الدین الآمدی کی تصنیف ہے۔
- علامہ تاج الدین محمد بن الحسین الارموی نے فخر الدین محمد رازی کی کتاب المحصول کا اپنی کتاب الحاصل میں اختصار کیا ہے۔
- علامہ سراج الدین محمود بن ابی بکر الارموی نے بھی التحصیل کے نام کے ساتھ کتاب المحصول کا اختصار تحریر کیا ہے۔

- قاضی عبداللہ عمر بیضاوی نے اپنے متن منهاج الوصول إلى علم الأصول میں کتاب الحاصل کا اختصار کیا ہے جس کی بہت زیادہ شروحات لکھی گئی ہیں جن میں سے مشہور عبدالرحیم بن حسن الاسنوی کی شرح ہے۔

ان کتب کا منہج یہ ہے کہ تمام اصطلاحات کی سب سے پہلے تعریفات بیان کی جاتی ہیں جو کہ لغوی اور منطقی مقدمات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پھر احکام شرعیہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ادلہ اور دلالات الفاظ کی ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔ اور آخر میں اجتہاد اور تقلید کی ابحاث کو شامل کیا گیا ہے۔ اس منہج میں اصول کے بیان کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ جو کہ درج ذیل کتب سے واضح ہوتا ہے:

- تخريج الفروع على الأصول شہاب الدین محمود بن احمد زنجانی شافعی کی مشہور تالیف ہے۔
- تنقيح الفصول في علم الأصول شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی مالکی کی عمدہ تصنیف ہے۔
- التمهيد في تخريج الفروع على الأصول جمال الدین بن عبدالرحیم اسنوی شافعی کی تحریر ہے۔

فقہاء یا احناف کا منہج:

اس مدرسہ والوں نے متکلمین کے منہج سے مختلف منہج اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرع سے متاثر ہوئے بغیر اصول وضع نہیں کیے اور انہوں نے اپنے ائمہ کی فقہی فروع کی روشنی میں قواعد اصولیہ کا استخراج کیا، اور انہوں نے فقہی فرع کے ساتھ اصولی قاعدہ کو مرتب کیا۔ اس منہج میں متاخرین احناف غالب ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اصل پہلے ہے[28]۔ اور جب انہوں نے امام شافعی کی طرح قواعد اصولیہ کو مدون نہ پایا بلکہ بہت زیادہ فقہی فروع کو پایا جن میں بعض قواعد پھیلے ہوئے تھے۔ اور یہ قواعد یا اصول انکے اور دوسرے فقہی مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان جدل و مناظرہ کے مقام پر ان کے مذہب کے دفاع کے لیے ایک آلہ بن گئے۔ پھر یہ اصول ان کے لئے جدید مسائل اور نئے واقعات کے لئے شرعی احکام کے استخراج کے لئے اساس بن گئے۔ اس طریقہ کا نام حنفی رکھا گیا اور انہیں کی طرف منسوب ہو گیا اور فقہی فرع کے ساتھ گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے اسے فقہاء کا طریقہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں کہا ہے: إن كتابه الفقهاءالحنفيةفي أصول الفقه أمسُّ بالفقه، وأليق بالفروع لكثرة الأمثلة فيها۔[29]

کوئی بھی صورت ہو دونوں طریقوں کی انتہاء قاعدہ کے تحت فروع فقہیہ کے لیے شرعی احکام کا استخراج کرنا ہے چاہے وہ واقعہ سے پہلے ثابت ہوئی ہو یا بعد میں یا اس کے برعکس ہوا ہو نتیجہ ایک ہی ہے کہ تحقیق کا بڑھنا اور فقہ اسلامی کا پروان کرنا ہے جس کو لوگوں کے افعال کی وجہ سے یقیناً نہیں چھوڑا جا سکتا ہاں یہ کہ اس واقعے کے لیے فقہ میں کوئی حکم ہوتا ہے۔ یہ مثال فقہاء اور متکلمین کے طریقہ کار کو واضح کرنے کے لئے مفید ہو گی: وہ وقت کا جز ہے جو وجوب کا سبب ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالی کی جانب سے مکلف کے لیے خطاب شرعی کی توجہ پر علامت ہو۔ جمہور اصولیوں نے کہا اس کے واجب ہونے کی وجہ نماز کے لئے مقررہ وقت کے اجزاء میں سے جزء اول یعنی پہلا حصہ ہے۔ اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے ﴿ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ ﴾[30] تو دلوک آسمان کے وسط سے سورج کا مائل ہونا ہے اور یہ ظہر کے وجوب کا سبب ہے یعنی قاعدہ کو فرع کی طرف نظر کیے بغیر دلیل شرعی سے لیا گیا ہے۔ اور احناف نے کہا کہ نماز کے وجوب کا سبب وہ ہے جو ادائے نماز کے ساتھ ملا ہوا ہے یعنی نماز کے فعل کے ساتھ ملا ہوا ہے اگر وقت تنگ ہو تو وہی جزء اخیر ہی سبب ہو گا اور جب نماز کو ادا کیے بغیر ہی سارا وقت چلا گیا تو سارے وقت کی طرف سبب کی

نسبت کر دی جائے گی۔ گی یہ مثال دلالت کرتی ہے کہ قاعدہ فقہی فرع سے لیا گیا ہے جو ائمہ مذہب یعنی امام اعظم اور صاحبین سے منقول ہے۔ یہ منہج درج ذیل خصوصیات کی وجہ سے ممتاز ہے:

1. یہ منہج اصل کو فرع کے ساتھ ملانے، اصل کے فرع کا نچوڑ ہونے کی وجہ سے قائم ہے۔ تو یہ عملی تطبیق کی وجہ سے ممتاز ہو گیا ہے۔
2. یہ اصول اور فقہ کے قریب ہے اور ان دونوں کے درمیان فائدہ مند اسلوب کا امتزاج ہے۔
3. اس نے تالیف کے میدان میں فقہ کی بڑے پیمانے پر خدمت کی ہے، اختلافی مسائل میں، اصل کی فرع پر تخریج میں، قواعد میں ان کی تالیف سبقت لے گئی ہے۔

اس طریقہ پر لاجواب اصولی کتابیں لکھی گئی ہیں:

- امام ابو منصور ماتریدی اس منہج کے مصنفین کے سرخیل ہیں اور انہوں نے کتاب مآخذ الشرائع لکھی۔
- مزید اہم ترین کتابوں میں أصول الجصاص ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی کی تالیف ہے۔
- تقويم الأدلة اور تأسيس النظر ابو زید دبوسی کی کتاب بھی اس منہج کی اہم تعبیر ہے۔
- تمهيد الفصول في الأصول شمس الائمہ ابو سھل محمد بن احمد سرخسی کی بے مثال تحریر ہے۔
- أصول البزدوي فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی نے تالیف فرمائی ہے۔ اور كشف الأسرار على أصول البزدوي کے نام سے عبد العزیز بخاری نے اس کی بہترین شرح کی ہے۔
- المنار عبد اللہ بن احمد المعروف حافظ الدین نسفی کی لکھی نہایت اہم اور علماء میں متداول تصنیف ہے۔ اس کی شروحات میں سے اہم شرح عز الدین عبد اللطیف نے تحریر کی ہے۔

علم اصول کی تعریف، اجمالا دلائل کا ذکر، مصدر اول قرآن کا ذکر اور اس کی بحث میں لغوی قواعد اور استنباط کے طریقہ کا بیان، پھر سنت اور اس کی مباحث، پھر بقیہ دلائل اجماع، قیاس، مذہب صحابی، ہم سے پہلے کی شریعت، استصحاب اور استحسان پھر مجتہدین کے اقوال، پھر تعارض اور ترجیح اور سب سے آخر میں حکم کی مباحث حاکم، حکم شرعی، محکوم فیہ، محکوم علیہ، اور اہلیت۔ یہ اصول سرخسی میں واضح ہیں، مگر بزدوی نے امر و نہی سے ابتدا کی اور ان دونوں میں لغوی مباحث کا ذکر کیا پھر کتاب و سنت اور اجماع کو ذکر کیا اور نسخ کو بیان کیا، پھر بقیہ مصادر، پھر ترجیح، اور آخر میں حکم کی مباحث کو بیان کیا ہے۔

منہج المتاخرین الجامع بین الطریقین:

تقلید کے زمانوں میں سے ایک زمانہ ساتویں ہجری میں اصول فقہ کی تالیف کے میدان میں ایک نیا مدرسہ ظاہر ہوا اس میں فقہاء اور متکلمین کے طریقہ کو جمع کر دیا گیا۔ اس مدرسہ والوں نے اصولی قواعد کی تحقیق کی اور اسے دلائل سے ثابت کیا پھر ان کو فقہی فروع پر منطبق کیا۔ ان میں بعض حنفی اور کچھ شافعی تھے۔ اس طریقہ کو **طريقة المتأخرين** کہتے ہیں جس کے ظہور کا سبب مذہبی تعصب تھا لیکن اس نے موازنہ کے میدان اور اصولی آراء کے تبادلہ خیال میں اور فقہی جزئیات کے درمیان ترجیح کا سابقہ دونوں مدرسوں کو بہت فائدہ دیا، فائدہ دیا لیکن اس میں کتابت کو وسیع کیا گیا جو کہ اصول و فقہ کے متون میں تلخیص اور اختصار تھا۔[31] اس جامع طریقہ پر بہت ساری کتابیں لکھی گئیں:

- سب سے اہم علامہ مظفر الدین احمد بن علی ساعاتی حنفی کی تالیف لطیف بدیع النظام الجامع بین کتابي البزدوي والإحکام ہے۔ جس میں انہوں نے علامہ بزدوی حنفی اور علامہ آمدی شافعی کی کتابوں کو جمع کر دیا ہے۔
- علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بخاری حنفی کی کتاب تنقیح الأ صول اور اس کی شرح التو ضیح اس منہج کی اہم کتب میں سے ہیں۔ انہوں نے تین کتابوں ا صول بزدوی، المحصول امام رازی کی اور منتهى القول والأمل و المختصر علامہ ابن حاجب المالکی کو جمع کیا اور اس کی شرح علامہ سعد الدین تفتازانی نے التلویح کے نام سے کی ہے۔
- اسی نہج کی کتب میں سے جمع الجوامع ہے، جو کہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی سبکی شافعی نے تحریر فرمائی۔ آپ نے اپنی اس کتاب کے لیے سو کے قریب کتابوں سے مدد لی ہے۔ کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر اس کی شرح جلال الدین محلی نے کی اور اس پر شیخ حسن العطار نے حاشیہ لکھا جس کا نام حاشية العطار على جمع الجوامع ہے۔
- تطبیق کے منہج پر لکھی گئی تالیفاتِ اصول الفقہ میں سے ایک کتاب التحریر کمال الدین بن ہمام حنفی کی ہے۔ اس کی کئی شروحات ہیں ان میں سے محمد بن محمد بن امیر حاج کی شرح کتاب التقرير والتحبير اور محمد امین المعروف امیر بادشاہ کی شرح ہے۔
- اس موضوع پر مسلم الثبوت محب اللہ بن عبد الشکور ہندی کی تصنیف ہے، جو کہ اپنی نوعیت کی دقیق ترین کتاب ہے۔ عبد العلی محمد بن نظام الدین انصاری نے اس کی عمدہ شرح کی جس کا نام فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ہے۔
- اصولی کتب میں سے ایک انوکھے اور مفید اسلوب والی کتاب الموافقات ہے جس کا مولف ابو اسحاق ابراہیم بن موسی شاطبیؒ ہے۔
- قاضی محمد بن علی بن عبد اللہ شوکانی کی کتاب إر شاد الفحول في تحقيق الحق من علم الأ صول ہے جس میں انہوں نے اصول اور اصولیوں کی آراء کو بہت عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے۔

تقریباً تمام عالمِ اسلام میں مدارس کے نظامِ تعلیم پروان چڑھا کر جدید طرز کی یونیورسٹیوں میں تخصص کے کورسز کرائے جا رہے ہیں، جس کی بنا پر اصول الفقہ کے مناہج و اسلوب تالیف صرف مدارس کے علماء تک بموقف نہیں رہیں، بلکہ ان سے آگے بڑھ کر یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم سکالرز اور اساتذہ کی طرف سے بھی کثیر کتابیں لکھی گئیں:

- شیخ محمد خضری بک جو کہ قاہرہ یونیورسٹی کے فضلاء میں سے ہیں، خرطوم میں ایک شرعی جج، قاہرہ میں ادارہ سلامی قانون کے معلم شریعت، مصری یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ کے پروفیسر، اور مصری وزارت تعلیم میں انسپیکٹر جیسے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ آپ نے بھی جمع بین الطریقین کے منہج پر أصول الفقه کے نام سے کتاب تالیف کی۔
- شیخ عبد الرحمن محلاوی کی کتاب تسهيل الوصول إلى علم الأصول بھی اسی منہج کی نمائندہ تصنیف ہے۔
- متکلمین اور فقہاء کے منہج کے درمیان تطبیق پر شیخ عبد الوہاب خلاف کی علم أصول الفقه تحریر دلپذیر ہے۔
- شیخ محمد ابو زہرہ کی أصول الفقه اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے۔

- أصول الفقه الإ سلامي جو کہ شیخ زکی الدین شعبان نے تالیف کی، اسی موضوع کی تالیف ہے، جس میں نہ صرف فروع علی الاصول کی ابحاث شامل ہیں بلکہ اصول علی الفروع پر گفتگو کی گئی ہے۔
- ڈاکٹر وہبہ زحیلی، جو کہ شام میں عرصہ دراز تک قانون کے پروفیسر رہے۔ان کی دو جلدوں میں کتاب أ صول الفقه الإ سلامي اس منہج کی نہایت عمدہ کتاب مانی جاتی ہے۔

مذکورہ تمام کتب اور انکے علاوہ دوسری کتابیں جو معاصرین کے پاس موجود ہیں ان کو حنفیہ اور شافعیہ کے مجموعی اور امتزاجی طریقہ پر جمع کیا گیا ہے اور یہ طریقہ علمی اور عمدہ ہے۔ یہ کتب اصولوں کی بنیاد پر فروعات سے متعلقہ امثلہ پر مشتمل ہیں بلکہ فروع متنوعہ کے تذکرہ کے بعد اصولوں کو بطور دلیل وحجیت کے بھی بیان کیا گیا ہے۔اسی وجہ سے ان کتابوں کی شہرت اور مقبولیت آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔

خلاصہ کلام:

- اصول فقہ کا مفہوم فقہی دلائل اور ان سے شرعی حکم کے استخراج کی کیفیت اور استخراج کرنے والے مجتہد اور اجتہاد پر قادر نہ ہونے والے مقلد کی حالت کی کیفیت ہے چاہے وہ عالم اجتہاد کے فن میں ماہر نہ ہو یا وہ عامی ہو۔اور فقہ وہ احکام شرعیہ کا مجموعہ ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے حاصل شدہ ہو۔
- اصول فقہ کا موضوع احکام اور ادلہ ہیں اور فقہ کا موضوع شرعی عملی احکام کے جاننے کے طریقہ کے اعتبار سے اور ادلہ تفصیلیہ کے جاننے کے اعتبار سے یعنی ادلہ جزئیہ سے مکلفین کے افعال ہیں۔جیسے بیع کے حلال ہونے کا علم اور ربا کی حرمت کا علم، نماز کی فرضیت اور زکوۃ کی فرضیت اور ایک سے زائد شادی کی اجازت کا علم۔
- علم اصول فقہ کی استمداد کے علم کلام، لغت عربیہ اور احکام شرعیہ تین مصادر ہیں۔
- اصول کی معرفت کی غرض وغایت اجتہاد پر قدرت، مذاہب اسلامیہ کی آراء کی تخریج اور شرعی اصرار اور اس کے مقاصد کا فہم اور مذاہب کے درمیان مناسبت پیدا کرنا، ائمہ کی آراء کے درمیان ترجیح دینا اور تقلید وتلفیق کے اصول وضوابط بیان کرنا۔
- اصول الفقہ کی تالیف میں طریقۃ الفقہاء یا حنفیہ کا طریقہ کار میں فقہی فروع سے لی گئی ہے جو ادلہ کا ثمرہ ہیں۔
- طریقۃ المتکلمین یا شافعیہ کا طریقہ کار میں اصول وقواعد کی تالیف میں براہ راست ادلہ شرعیہ سے مدد لی گئی ہے۔
- منہج المتاخرین جو کہ فقہاء اور متکلمین کے منہج کا حسین امتزاج ہے، اور یہ تیسرا طریقہ توفیقی اور تقابلی ہے۔ پہلے دونوں طریقے اگرچے زیادہ سہل ہیں، مگر عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگی کے لیے الجامع بین الطریقین کے مطابق تالیفات اصول الفقہ کی عصری معنویت اور ضرورت سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی و حوالہ جات

[1] فخرالدین محمد رازی، المحصول، (بیروت: مؤسسة الرسالة)، الطبعة الثالثة، 1418 ھ - 1997، 27/1

Fakhr-ul-Dīn Muhammad Rāzī, Al-Mahsūl, (Berut: Muassisah Al-Risālah), 3rd Ed., 1418 A. H. – 1997, 1/27

[2] ابوحامد محمد الغزالی، المستصفی، (بیروت: دار الکتب العلمیة)، الطبعة الأولی، 1413ھ - 1993، 5/1

Abū Hāmid Muhammad Al-Ghazālī, Al-Mustasfā, (Berut: Dār Al-Kutub Al-'Ilmiah), 1st Ed., 1993, 1/5

[3] عبدالرحمٰن ابن خلدون،مقدمة، (کراچی: نفیس اکیڈمی)، 2001، 289/2

'Abd Al-Rahmān Ibn Khaldūn, Muqaddimah, (Karachi: Nafees Academy), 2001, 2/289

[4] عبدالرحمٰن بن جادالله البنانی، حاشیة العلامه البنانی، (بیروت: دار الکتب العلمیة)،1971، 32/1

'Abd AL-Rahmān bin Jādullah Al-Bnānī, Hāshiah Al-'Allāmah Al-Bnānī, (Berut: Dār Al-Kutub Al-'Ilmiah), 1/32

[5] A mufti is an Islamic jurist qualified to issue a nonbinding opinion, the fatwa, on a point of Islamic Sharia.

[6] القرآن 6: 72

Qur'ān 6: 72

[7] القرآن 17: 32

Ibid 17: 32

[8] البنانی، حاشیة، 35/1

Al-Bnānī, Hāshiah Al-'Allāmah Al-Bnānī, 1/35

[9] القرآن 6: 72

Qur'ān 6: 72

[10] القرآن 17 : 33

Ibid 17: 33

[11] القرآن 2: 198

Ibid 2: 198

[12] القرآن 17: 78

Ibid 17: 78

[13] عثمان بن عمر ابن حاجب، شرح العضد المختصرالمنتهی الاصولی، (بیروت: دار الکتب العلمیة)، 2008، 18/1

'Uthmān bin 'Umar Ibn Hājib, Sharh Al-Adhd Al-Mukhtasar Al-Muntahā Al-Usūlī, (Berut: Dār Al-Kutub Al-'Ilmiah), 2008, 1/18

[14] القرآن 2: 275

Qur'ān 2: 172

[15] القرآن 2: 185

Ibid 2: 185

[16] القرآن 4: 23

Ibid 4: 23

[17] القرآن 17: 32

Ibid 17: 32

18 The act of issuing fatwas in Islamic Sharia is called iftā.

[19] شاه ولي الله أحمد بن عبدالرحيم الدهلوي، حجة الله البالغة، (بيروت: دار إحياء العلوم)، باب 84، ص 386

Shāh Waliullah Ahmad bin ‘Abd Al-Rahīm Al-Dehlvī, Hujjatullah Al-Bālghah, (Berut: Dār Al-Kutub Al-‘Ilmiah), Ch. 84, P. 386

[20] ايضاً، باب 82 ، ص 319

Ibid, Ch. 82, P. 319

[21] ايضاً

Ibid

[22] عبد الوهاب خلاف، علم أصول الفقه، (القاهرة: مكتبة الدعوة شباب الأزهر)، الطبعة الثامنة، ص 258

‘Abd Al-Wahāb Khallāf, ‘Ilm Usūl Al-Fiqh, (Caero: Maktabah Al-D’awah Shabāb Al-Azhar), 8th Ed., P. 258

[23] يحيى بن شرف بن مري النووي،الأصول والضوابط، (بيروت: دار البشائر الإسلامية)، الطبعة الأولى، 1406، ص 39

Yahyā bin Sharf bin Murī Al-Navavī, Al-Usūl wa Al-Dhawabit, (Berut: Dār Al-Bashāir Al-Islāmiah), 1st Ed., 1406 A. H, P. 39

[24] القرآن 59: 2

Qur’ān 59: 2

[25] ابو داؤد سليمان بن اشعث، السنن، (رياض: دارالحضارة)، 2015، 149/2

Abū Dawūd Sulemān bin Ash’as, Al-Sunan, (Riyadh: Dār Al-Hadharah), 2015, 2/149

[26] القرآن 2: 173

Qur’ān 2: 173

[27] القرآن 6: 145

Ibid 6: 145

[28] محمد الخضرى بک ،اصول الفقه، (مصر: المكتبة التجارية الكبرىٰ)، 1969، ص 26

Muhammad Al-Khidhrī Bik, Usūl Al-Fiqh, (Egypt: Al-Maktabah Al-Tijāriah Al-Kubrā), 1969, P. 26

[29] ابن خلدون، 289/2

Ibn Khaldūn, Muqaddimah, 2/289

[30] القرآن 17: 78

Qur’ān 17: 78

[31] الخضرى بک،اصول الفقه، ص9

Al-Khidhrī Bik, Usūl Al-Fiqh, P. 9